زلزلہ میں آئے گا اس وقت عرش کبریا غیب سے ہنگامۂ محشر میں آئے گی صدا
دل شکستہ ہو کے کیوں مضطر ہے بنت مصطفیٰ مانگتی ہے آج جو مجھ سے کیا میں نے عطا
اشک غم ان کے نہیں ہیں کم دُر شہوار سے
رونے والوں کو کیا آزاد خوف نار سے

فاطمہؑ مسرور ہونگی سن کے یہ مژدہ اثرؔ رونے والوں سے لئے جائینگے اشکوں کے گُہر
گرمیٔ محشر سے ماتم دار ہونگے بے خطر پر فزا ہوگی بہار بے خزاں پیش نظر
دامن زہراؑ سے کھائینگے شفاعت کی ہوا
وقت دار و گیر ہاتھ آئے گی خالق کی رضا

مرثیہ (بند ۱۴)

مولوی سید محمد رضا محمد نقوی رضاؔ جائسی

لکھا ہے قتل جب ہوئے عباسِ نوجواں صدمے سے جھک گئی کمر شاہِ انس وجاں
وہ بے کسی برستی تھی رن میں کہ اَلاماں اندھیر تھا نگاہوں میں شبیر کی جہاں
غم میں جوان بھائی کے شہہ بے قرار تھے
اعدائے دین مستعدِ کارزار تھے

دیکھی جو شاہ نے یُرشِ لشکر جفا غربت پہ اپنی روئے شہنشاہِ کربلا
رو رو کے پھر یہ لاشۂ عباس سے کہا بھیا تمہاری لاش سے ہوتا ہوں اب جدا
اک بدنصیب وبیکس و بے یار کیا کرے
ٹوٹا ہو جس کا دل وہ دل افگار کیا کرے

القصّہ رن سے خیمے کی جانب چلے حسین ہر ہر قدم پہ تھے غم عباس میں یہ بین
اے میرے شیر اے مرے بابا کے نورعین عباس مر کے لے گئے تم میرے دل کا چین
کوئی بھی اب رہا نہ مصیبت نصیب کا
تم نے بھی ساتھ چھوڑا حسینِ غریب کا

پہنچے غرض کہ خیمے کے نزدیک شاہِ دیں چلائے روکے اے حرم ختم مرسلیں
دنیا میں اب ہمارا ٹھکانا کہیں نہیں جلد اب کہیں گلے پہ پھرے اپنے تیغ کیں
بیکس کا بے وطن کا مددگار مرگیا
میرا رفیق میرا علم دار مرگیا

تھا اِس طرف یہ حشر اُدھر فوج اشقیا مظلوم وفاقہ کش سے تھی آمادۂ وغا
اِصرار تھا کہ آیئے اے سبطِ مصطفی جلد اب کہیں سر آپ کا بھی تن سے ہو جدا
ہرگز نہ دیر کیجئے امت کے کام میں
لے جائیں سر کو کاٹ کے ہم ملک شام میں

اکبر سے ضبط ہو نہ سکا سن کے یہ کلام کہنے لگے پدر سے کہ اے عرش احتشام
اِذنِ جہاد کا ہے طلبگار یہ غلام میرا بھی اب ہو جلد کہیں خلد میں مقام
جینے کی اب ہوس نہیں دل سیر ہوگیا
مرنا نہیں چچا کا اک اندھیر ہوگیا

شہہ نے کہا ابھی سے نہ تڑپاؤ میں نثار پہلے رضا پھوپھی سے تو لے آؤ میں نثار
جلدی ہے کیا میں مرلوں تو تم جاؤ میں نثار حسرت یہ ہے کہ تم مجھے کفناؤ میں نثار
کوئی تو رونے والا ہو بیکس کی لاش پر
پیٹے گا کون سر جَسَد پاش پاش پر

اکبر نے عرض کی کہ یہ شہہ کہتے ہیں بجا لیکن میں اک رہا بھی تو دنیا میں کیا رہا
قاسم کہاں ہیں عون ومحمد کہاں بھلا آنکھوں کے سامنے ابھی مارے گئے چچا
پھر ایسی زیست خاک گوارا کرے کوئی
بے موت مر نہ جائے تو پھر کیا کرے کوئی

شہ بولے یوں نہ میری محبت کا دم بھرو میری تو یہ خوشی ہے مرے بعد تم مرو
جوڑو نہ ہاتھ اور نہ سر پاؤں پر دھرو اکبر پھوپھی کا ماں کا جو منشا ہو وہ کرو

جاؤ ابھی تو پہلے ذرا خیمہ گاہ میں
بعد اس کے سر کٹائیو پھر حق کی راہ میں

آئے غرض کہ خیمے میں اکبر بصد ملال　دیکھا کہ ہیں کھلے ہوئے سیدانیوں کے بال
رو رو کے بی بیوں سے کیا اس طرح مقال　اے صاحبو ہمارا ابھی اک تم سے ہے سوال
مظلوم وفاقہ کش پہ فدا ہونے دو ہمیں
بابا کے حق سے آج ادا ہونے دو ہمیں

سنتے ہی اس سخن کے ہوا حشر آشکار　فرطِ بُکا سے غش ہوئیں بانوئے نامدار
تڑپیں یہ کہہ کے حضرت زینب جگر فگار　ہے ہے مرے جواں مرے بھائی کی یادگار
ہوگی نصیب اب نہ زیارت رسول کی
ہے ہے لٹے گی رَن میں بضاعت بتول کی

اے میرے نوجواں ترے مرنے کے ہیں یہ دن　اٹھارہ سال سے ابھی کچھ کم ہے تیرا سن
کیسے جواں یہاں کے ہیں اور کیسے ہیں مُسن　دل جن کا قتل کر کے تجھے ہوگا مطمئن
تشویش مجھ کو ہے تو اُخی کے مآل کی
کیونکر اٹھے گی لاش برابر کے لال کی

اے میرے لختِ دل مرے بھائی کے نورِ عین　تیرے بغیر آئے گا کس طرح دل کو چین
اِس اُجڑے گھر کی تیرے ہی دم سے ہے زیب و زین　مرنے سے تیرے اور بھی مرجائیں گے حسین
راضی ہوں جو مشیّت پروردگار ہو
جاؤ خدا کی راہ میں تم بھی نثار ہو

رو کر پکاری بانوئے ناچار الوداع　لیلیٰ نے دی صدا مرے دلدار الوداع
زینب پکاریں اکبرِ جرّار الوداع　بیکس کے بے وطن کے مددگار الوداع
کیا تذکرہ رضاؔ ہو سکینہ کے بین کا
وا اکبرا کا غل کبھی غل وا حسین کا